تصورِ اقامت دین پر لکھی گئی بعض اہم تصنیفات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Some Important Works on The Concept Of Iqamat-E-Deen

Ghulam Mustafa
PhD Scholar Department of Fiqh and Sharia
The Islamia University of Bahawalpur
Email: minqilabi123@gmail.com

Iftikhar Ahmad
Department Islamic Studies University of Malakand
Email: iftikharkhawar455@gmail.com

Dr. Sajjad Ahmed
Assistant Professor Institute of Islamic Studies
Mirpur university of science and technology Mirpur AJK
Email: sajjad.iis@must.edu.pk

Abstract

The purpose of man's creation is to worship Allah Almighty and propagate His teachings. Just as the universe functions under a system of power, the fulfillment of the universe's purpose requires the establishment of God Almighty's system within it, including mankind.

The Holy Qur'an focuses on guiding humanity on how to live in this world and their purpose. Additionally, the relationship between man and the second universe is explored, and it elucidates how man can live in harmony with it and for what purpose he can utilize it. This intricate triangle of Allah Almighty, man, and the universe contains a secret—their interconnection under one system, which Allah Almighty presents. This system is commonly known as Iqamat-e-Deen. Its meaning is clear—it is not limited to mere adherence to religious practices without discrimination. Iqamat-e-Deen involves the comprehensive application of religious principles in all aspects of individual and collective human life. It goes beyond simply making Islam the religion of human life with its commands, laws, teachings, and instructions. Instead, its scope is vast, encompassing all facets of human existence. Its establishment is not confined to mosques; rather, it extends to every domain of human life, including beliefs, worship, personal affairs, ethics, society, and even international matters.

Keywords: Allah Almighty, worship, teachings, universe, Iqamat-e-Deen, Holy Qur'an, religion, mosques, beliefs, ethics, society, international affairs

اقامت دین کے مفہوم کو اگر صحیح معنوں میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مثالی نمونہ عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں نظر آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے جو حکومت قائم کی تھی اس میں بغیر کسی تفریق و تقسیم کے پورے دین اسلام کی مخلصانہ پیروی کی جاتی تھی۔ اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام

گوشوں میں اسے اس طرح جاری و نافذ کر دیا گیا تھا کہ فرد کا ارتقاء، معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل ٹھیک ٹھیک اسی دین کے مطابق تھی۔ اس مملکت میں جا کر ہر شخص اپنی کھلی آنکھوں سے یہ دیکھ سکتا تھا کہ اسلامی حکومت اور قرآنی معاشرہ کیسا ہوتا ہے اور اقامت دین کا مفہوم کیا ہے۔ آجکل خلافت راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے مطابق خلافت قائم کرنے کے لئے حکومت الہیہ اور اسلامی حکومت کی اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں[1]۔

تبصرہ کتب

کتاب "منصب امامت" اس سے پہلے "حقیقت امامت و ذکر اقسام اُو" کے نام سے فارسی میں لکھی گئی تھی۔ اور حکیم محمد علوی صاحب نے منصب امامت کا نام دے کر اس کا اردو ترجمہ کیا۔ یہ دو ابواب پر مشتمل ہے جن میں اسلامی ریاست کے قائد یا امام کے اسلامی زاویہ نگاہ کو بوضاحت پیش کی گیا ہے۔ پہلے باب میں امامت کے اسلامی تصور پر بحث کی گئی ہے انبیاء کرام کے کمالات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے کمالات کو دین کی پیشوائی یا قوم کی رہبری کا مرجع یا منبع قرار دیا گیا ہے۔ اور ان تمام خصوصیات کا اسلامی نقطہ نگاہ سے وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں امامت کے اقسام بیاں کئے گئے ہیں۔ صحیح امامت پیغمبر خدا ﷺ کی اطاعت اور تابعدار قرار دی گئی ہے۔ بادشاہت کے نظام کی نفی کی گئی ہے اور مصنف اسلامی امامت اور بادشاہت کے درمیان سمجھوتے کو بھی جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔ کتاب سے امامت کبریٰ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف وحی الہیٰ کی جامعیت کی طرف محکم دلیل اور برہان قاطع ہے بلکہ حکومت الہیہ کے قیام کی طرف ایک عملی قدم بھی ہے۔ اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی حکومت ،خلفائے راشدین کی خلافت، آئمہ دین کے مراتب، سلطان عادل اور سلطان ظالم وغیرہ عنوانات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ لفظ "امام" کی تشریح بڑی وضاحت کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ لفظ امام سے مراد مطلق "امام" نہیں لیا گیا ہے بلکہ وہ امام جس کا تعلق سیاست سے ہو۔ دیگر امام اس کتاب کے بحث سے خارج ہیں۔ گویا اس مقام پر امام سے مراد ان کے نزدیک "صاحب دعوت ہے" جس نے جہاد کا جھنڈا اعدائے دین پر بلند کیا۔ اور تمام مسلمانوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ اسلامی نظام کے احیاء کے لئے کمر باندھ لی۔ سنت رسول ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار نہ کیا، عالت وسیاست میں نبوی طریقہ کار کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ نہ اپنایا پس یہی صاحب دعوت ہے۔ جنہوں نے خدا کی زمین پر خدا کا نظام قائم کرنے کے لئے عملی جہاد کیا۔ ہر حالت میں شریعت کے قوانین سے زرا برابر تجاوز نہ کیا۔ اور جہاں ان کو حکمرانی کا موقع میسر آیا خلفائے راشدین کے طرز کی حکومت قائم کی۔ یہ کتاب اقامت دین کے لئے کام کرنے والی تحریکوں کے لئے یقیناً بہت مفید رہے گی[2]۔

کتاب اسلامی ریاست مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے یہ مولانا صاحب کے لکھے گئے تحریروں اور مختلف مواقع پر بیان کئے گئے تقریروں کا مجموعہ ہے جسے پروفیسر خورشید احمد صاحب نے یکجا کر کے باقاعدہ کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب چار حصوں اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے پہلا حصہ "اسلام کا فلسفہ سیاست" پر مشتمل ہے۔ جس میں دین وسیاست، اسلام کا سیاسی نظریہ، قرآن کا فلسفہ سیاست، خلافت کا مفہوم اور اسلامی تصور قومیت پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ دوم اسلامی نظم مملکت اصول اور نظام کار پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں اسلام کے دستوری قانون کے ماخذ (اسلامی ریاست کا مثالی دور یعنی دور نبوی اور دور خلافت راشدہ پر ایک نظر) پوری توضیح و تشریح کے ساتھ بیاں کر دئے گئے ہیں عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں ریاست و حکومت کا پورا خاکہ پیش کر دیا گیا ہے نیز اس حصے میں اسلام میں قانون سازی اور اجتہاد پر تفصیلی بحث کی گئی ہے نہ صرف قانون سازی کا دائرہ عمل اور اجتہاد کی ضرورت و اہمیت بیاں کی گئی ہے بلکہ نزاعی امور کے فیصلہ کا صحیح طریقہ کار بھی واضح کیا گیا ہے۔ حصہ سوم میں اسلام کے اصول حکمرانی پر بحث کی گئی ہے جس میں انسان کے بنیادی حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، اسلام اور عدل اجتماعی اور اسلامی ریاست کے رہنما اصول قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کا آخری یعنی چوتھا حصہ "اسلامی انقلاب کی راہ کے عنوان پر مشتمل ہے جس میں اسلامی حکومت کا قیام، اسکی خصوصیات، اسلامی انقلاب کا مزاج اوراس کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے[3]۔[4]

اس کتاب کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ نے اس کتاب کے اندر بیک وقت دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے ایک طرف انہوں نے اسلام کے پورے نظام حیات کو دینی اور عقلی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اور اسلام کے نظام زندگی کی برتری اور فوقیت کو ثابت کیا ہے دوسری طرف آپ نے سب سے بڑھ کر یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس نظام کو دور حاضر میں کیسے قائم کیا جاسکتا ہے انہوں نے جس بالغ نظری، وسعت فکر اور گہرائی کے ساتھ اور جس شرح و بسط کے ساتھ اسلامی ریاست کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کی ہے یقیناً یہ سید مودودی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے انہوں نے اس کتاب کے اندر اسلامی ریاست کے قیام کے لئے رائے عامہ کی ہمواری کے ساتھ ساتھ فکری و فلسفیانہ بنیادوں پر تشریح و توضیح بھی کی ہے آپ نے پورے عزم و ایقان اور مکمل اعتماد و ایمان کے ساتھ قدیم و جدید کے بارے میں ہر قسم کی مرعوبیت سے بالاتر ہو کر اسلامی ریاست کے تصور، اس کے فلسفے، نظام کار اور اصول حکمرانی کی اس طرح شرح وبسط کے ساتھ وضاحت کی ہے ان کا تفقہ فی الدین، ان کی اجتہادی بصیرت و عصری آگہی، انتہائی موئثر انداز بیان اور طاقت ور استدلال اور متکلمانہ لب ولہجہ نمایاں ہوتا ہے۔ سید مودودی نے قرآن وسنت کے دلائل سے یہ ثابت کرنے

کی کوشش کی ہے کہ اسلامی ریاست کا قیام ایک دینی فریضہ ہے۔دور جدید میں اسلامی ریاست کی تشکیل کا عمل اور اس کا مخصوص منہج یا طریقہ کا ایسا موضوع ہے جس کی فاضلانہ تفہیم اور عملی تفسیر میں بلاشبہ سید مودودی کو دوسروں پر سبقت اور امتیاز حاصل ہے۔علمائے امت مسلمہ کے ہاں تشکیل کے بعد اس کے فرائض و اعمال سے متعلق مفصل بحث تو ملتی ہے مگر خود ریاست کی تنظیم کیسے ہو اس کی تشکیل کا طریقہ کار اور منہج کیسا ہو جس سے عصری ضرورتوں کی تکمیل بھی ہو سکے اور قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات اور راہنما اقدار خلافت راشدہ کے تاریخی تعامل سے انحراف بھی نہ ہو شائد دیکھنے کو نہیں ملتی لیکن مولانا مودودیؒ نے اس کتاب کے اندر دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی کماحقہ کوشش کی ہے تشکیل ریاست کے حوالے سے ویسے تو بہت سے مفکرین اور مصنفین نے قلم اٹھایا ہے لیکن اس میدان میں دو ہی نام بہت ہی ممتاز اور معروف ہیں ایک سید قطب شہید(۱۹۰۵۔۔۔۔۱۹۶۶ء) اور دوسرے سید مودودی۔ان میں جو اعتدال ،متانت ،فکری پختگی و گہرائی اور وضاحت و صراحت سید مودودیؒ کے ہاں پائی جاتی ہے اس سے سید قطب کی تحریریں بھی محروم ہیں[5]۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد بنیادی طور پر کوئی سیاسی آدمی نہیں تھے وہ اس خار وادی میں اتفاقاً آنکلے تھے۔مولانا کی علمیت اور ذہنیت کی اصل جولانگاہ علم ادب تھا اگر قوم و ملت کا درد غم اور وطن کی آزادی کا عزم پر انہیں برصغیر پاک وہند کے سیاسی دھارے میں نہ لے آتا تو وہ آج برصغیر کے بہت بڑے ادیب شمار ہوتے۔اپنی طبیعت کی افتاد کا ذکر مولانا صاحب نے ایک جگہ خود اس طرح کیا ہے ”میں اپنی سیاسی زندگی کے ہنگاموں کو نہیں ڈھونڈا تھا سیاسی زندگی کے ہنگاموں نے مجھے ڈھونڈ نکالا“[6]۔

مولانا ابو الکلام کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا دور ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۶ء تک کا ہے جس میں انہوں نے رسالوں اور اخباررو ں میں لکھتے رہے خصوصاً ”الہلال“ کے ذریعے مسلمانوں کے اندر حکومت الہیہ کے قیام کا تصور پیدا کرنے کی کوشش کی۔دوسرے دور میں جو ۱۹۱۶ ءسے ۱۹۳۶ء تک ہے قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر میں مشغول رہے۔ قرآنی علوم معارف میں ڈھوپ کر ترجمان القرآن جیسی شہرہ آفاق تفسیر لکھ دی۔ تیسرے دور میں مغربی ادب کی طرف متوجہ ہوئے۔اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ کتاب مولانا کے پہلے دور کی تصنیف ہے ۔زیر نظر کتاب بنیادی طور پر ان کی تحریری مضامین کا مجموعہ ہیں جس میں مولانا نے عہد حاضر کے ایک اہم مسئلہ یعنی اسلام اور جمہوریت کے درمیان رشتے کا حقیقی حل پیش کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب اس سیاسی تصور اور نظریے کی ترجمان ہے جسے ابتدائی طور پر امام شاہ ولی اللہ نے اپنی کتابوں میں مختلف جگہوں پر بڑے واضح اور مدلل انداز میں بیان کیا ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسلام کی ایسی بنیادی سیاسی تعلیمات کو اجاگر کرتی ہے جو

سچائی پر مبنی ہیں اور قرن اول سے لیکر موجودہ دور کے علمائے امت اور زعمائے ملت کے علمی اور عملی کردار کی نمائندگی کرتی ہے۔ مولانا ابولکلام آزاد نے اس کتاب میں اسلام کی سیاسی تعلیمات کی وضاحت بھرپور طریقے سے کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کے نظام حکومت خالص جمہوری اور شخصی تسلط سے پاک ہے مزید یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حقیقی جمہوریت اسلام کے سیاسی نظام کا روشن پہلو ہے جسے سب سے پہلے اسلام نے متعارف کرایا اس حوالے سے آپ نے عہد خلفائے راشدین کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ خاص کر حقیقی جمہوریت کے خدو خال کو واضح کرنے کے لئے حضرت عمر فاروقؓ کے خطبے کے چند اقتباس پیش کیا ہے نیز اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت کا فرق واضح کرنے کے لئے خلفائے راشدین کی آمدنی اور اخراجات اور شاہ انگلستان کی آمدنی اور اخراجات کا موازنہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۸۷ پر "مساوات اور جمہوریت، اسلام کی نظر میں" کے عنوان پر پروفیسر سعید الرحمٰن کا مقالہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت مزید دوبالا ہو جاتی ہے[7]۔

پیش نظر کتاب "نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں" اٹھارہ مقالوں کا مجموعہ ہے جسے خلیل احمد الحامدی صاحب نے نشید آغاز کے علاوہ تین ابواب میں تقسیم کیا ہے باب اول ریاست و حکومت، باب دوم فقہ و قانون اور باب سوم اسلام اور مغرب پر مشتمل ہے مقالوں میں ہر مقالہ بظاہر اپنا الگ عنوان اور اپنا الگ موضوع بحث رکھتا ہے لیکن ان کے مابین ایک چیز جو قدر مشترک ہے وہ "اسلامی نظام" بالفاظ دیگر آج کے دور کے اصطلاح میں "اقامت دین" ہے جو اس وقت پوری دنیا میں گونج رہی ہے اور ملت اسلامیہ کو بے تاب کئے ہوئے ہے اس کتاب کے اندر جن مقالوں کو یکجا کیا گیا ہے ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ماخذ اصلیہ کیا ہیں ان کی اہمیت کیا ہیں؟ مجتہدین اور علمائے قانون نے اس میدان میں کیا خدمات انجام دی ہیں قانون سازی کے اصول کیا ہیں اور وہ تاریخ میں کن کن مراحل سے گزری ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی نظام کے مختلف شعبے کیا ہیں سب کی تفصیل موجود ہیں اس کے علاوہ اسلامی نظام پر معترضین کے سوالوں کے جوابات بھی موجود ہیں اسلام کے فروغ غلبہ اور اسلامی نظام کے احیاء و اقامت کی راہ میں مغربی مفکریں نے جو روڑے اٹکانے کی کوشش ہے اس کا اجمالی تعارف کیا گیا ہے۔ جہاں تک مقالہ نگاروں کا تعلق ہے تو مقالات کے مصنفین دنیا اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں پاکستان کے علاوہ عراق، شام، مراکش مصر اور انڈونیشیاء سے تعلق رکھنے والے مقالہ نگار شامل ہیں تمام مقالہ نگار انسانی زندگی کے لئے سب سے موزوں نظام زندگی کے طور پر "اسلامی نظام" پر متفق نظر آتے ہیں اس کتاب سے قارئین کے لئے بہت بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ نہ صرف اپنے اسلاف کے کارناموں سے اگاہی حاصل کر سکیں گے بلکہ عصر حاضر میں تحریک اقامت سے بھی متعارف ہو سکیں گے۔ کتاب کے مطالعہ سے قانون سیاست کے طلبہ کو تحقیقی مواد میسر آئے گا مزید

کام کرنے کے لئے ان کے سامنے راستے کھلیں گی الغرض ”نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں“ کے اندر جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے انہیں عہد حاضر کے تقاضوں سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے ایک دستور العمل قرار دیا جا سکتا ہے اس کتاب کے اندر متعدد اہل علم کی آراء اور تجاویز کی روشنی میں اسلامی نظام مملکت کی تشکیل جدید اور محکم دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ آج ریاست کا نظام، اس کی انتظامی ہیئت اور اساسی اصول و قواعد عوامی فلاح و بہبود کے نقطہ نظر سے قرار پا رہے ہیں جبکہ اسلامی ریاست کے بنیادی روایات اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت نبوی کے مطابق طے پاتے ہیں پس ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے نظام مملکت کے ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کے مطابق کیسے طے کیا جائے اس کی ایک شکل جمہوریت اور اس کا پارلیمانی نظام ہے مسلمان مفکریں نے اس میں ترمیم و اضافہ کرنے کے بعد شورائی نظام تشکیل دینے کی تجویز دے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں لادینی نظریات اپنا آثر ور سوخ زندگی کے تمام شعبوں میں قائم رکھے ہوئے ہیں لادینی نظریات نظام معیشت، نظام تعلیم، اور تہذیب و تمدن کے علاوہ قانون ساز اداروں پر بھی مسلط نظر آتے ہیں۔ مولا سید ابو الاعلی مودودیؒ، لبیب السعید، شیخ محمد محمود شلتوت، ڈاکٹر عبد الغنی حسن ،ڈاکٹر محمد ناصر، استاد مصطفی احمد زرقا، شیخ محمد ابو زہرہ اور ڈاکٹر محمد حسین وغیرہ مے ان لادینی نظریات کو مسترد کرتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی اصول و قواعد پیش کئے ہیں جن پر چل کر اسلامی نظام یعنی اقامت دین کے کام کا نفاذ ممکن ہو سکتا ہے[8]۔

بظاہر یہ کتاب ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب ہے لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کتاب کے اندر پورے سمندر کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے ”اسلامی ریاست“ میں مملکت کے نظم و نسق ،مالیاتی نظام ، قانون سازی ،عدالتی نظام، دفاع، نظام تعلیم، تبلیغ اور بینالاقوامی قوانین سے متعلق مسائیل پر عہد نبوی کے طرز عمل سے استشہاد کیا گیا ہے۔ کتاب کا اسلوب نہایت سادہ مگر دلنشین ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں حکومت الہیہ کے قیام اور اس کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ دنیا اور دنیوی اقتدار کا طالب نہ ہونے کے باوجود ایک اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس کی پھر ایک اسلامی مملکت قائم کر کے اس مملکت کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے حکمرانی بھی کرتے رہے۔ آپ کو اسلامی مملکت کے قیام کے حوالے سے قسم قسم کے مشکلات اور مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ یہ سب کچھ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اقامت دین کے لئے حکومت الہیہ کا قیام ضروری اور نہایت اہم ہے[9]۔

عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی ؟، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی شاہکار تصنیف ہے اس میں ڈاکٹر موصوف نے جن جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے یقیناً اس کا حق ادا کیا ہے ایک اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل کے بعد بہتر نظام حکمرانی

کے حوالے سے یہ کتاب تاریخی انفرادات اور علمی خصائص کا حامل ہے خاص کر انحضرت ؐ کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ،، کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے علاوہ اسلامی ریاست کی تشکیل میں ان کے کردار پر بھی تفصیلی گفتگو کی ہے نیز اس باب میں مردانگی اور چستی پیدا کرنے کے لئے جسمانی تربیت کے طور پر عہد نبوی ؐ میں سپورٹ کی کس حد تک حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی جاتی تھی اسے بھی اُجاگر کیا گیا ہے[10]۔

اس کتاب کے مؤلف مشہور محقق اور اہل قلم جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے رسول اللہ ؐ کی حکمرانی وجانشینی کے نام سے جو کتاب لکھی ہے یہ مصنف کے کمالات کا آئینہ دار ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں اصول حکمرانی کا جو تصور عہد نبوی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیا ہے یقیناً اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف نے مزکورہ بالا تمام مضامین پر تفصیلی بحث کی ہے جو اسلامی ریاست کے علمبرداروں کے لئے ضرور مہمیز کا کام دے گی۔ خاص کر "رسول اللہ ؐ" کی طرف سے وصال پر وصیت لکھوانے کا قصہ جس بہترین انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس اختلافی اور متنازعہ فیہ مسٔلہ کو تفصیلی مواد میں یکجا کر کے دور کرنے کی جو کوشش کی ہے قابل تحسین ہے اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں حضرت علیؓ کے خلافت کے حوالے سے معتزلی شخص الجاحظ کی طرف سے اُٹھائے گئے تمام اعتراضات کا نہایت مدلل انداز میں جواب دیا گیا ہے اور بہت حد تک ان لوگوں کی جانب سے پیش کردہ اعتراضات کے اوپر سے پردہ ہٹادیا گیا ہے[11]۔

زیر نظر کتاب "اسلام کا نفاذ حکومت"، یعنی اسلام کی ریاست عامہ کا مکمل دستور اساسی اور ضابطہ حکومت جس میں اسلام کے نفاذ حکومت کے تمام شعبوں، اس کے نظریہ سیاست وسیادت کے تمام گوشوں، ریاست و مملکت اور اس کے متعلقات اور عام دستوری معلومات کو وقت کے نکھری ہوئی زبان اور جدید تقاضوں کی روشنی میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے خاص کر دینی حکومت اور دنیاوی حکومت کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے امام شاہ ولی اللہ کی تصریحات سے کام لیا گیا ہے اسلامی حکومت کی تشریح عہد نبوی ؐ اور خلافت راشدہ کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے خلافت راشدہ کو دو ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خلافت کو پہلے دور میں جبکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور کو دوسرے دور میں شامل کر دیا گیا ہے اسلامی حکومت کو امامت کبریٰ، خلافت عظمیٰ، خلافت راشدہ، امارت امت اور ولایت عامہ کے ناموں سے موسوم کر کے قانونی تشریحات کی گئی ہے نہ صرف رئیس حکومت کے انتخاب کا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے بلکہ اس کے فرائض اور اختیارات کو واضح کیا گیا ہے۔ امت اسلامیہ کے تاریخی تشکیل کے حوالے سے تنظیم امت کے سیاسی مراحل کا تذکرہ کر کے شوریٰ کا انتخاب شوریٰ کے فرائض واختیارات اور خصوصیات کو بھی بیان کیا گیا ہے اسلامی عہد کے جتنے بھی معاہدات ہوئے ہیں ان کا تاریخ وار تذکرہ کیا گیا ہے اسلامی حکومت کے خارجہ پالیسی کے جملہ امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اسلامی حکومت کے

اندر عدل وانصاف کے قیام کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور محاکم عدلیہ کے جملہ امور پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اسلامی حکومت کا موازنہ قدیم حکومتوں کے ساتھ کی گئی ہے اس میں اسلامی حکومت اور جمہوری حکومتوں کے درمیان خاص خاص فرق کو واضح کیا گیا ہے آخر میں انقلاب اور حق انقلاب کے عنوان سے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اسلامی حکومت کی معراج خلافت راشدہ ہے اور اسلامی دنیا کو پھر اس کی بلندی تک پہنچنے کی ضرورت ہے البتہ خلافت راشدہ کے نظام کی بحالی کے لئے اسلامی جمہوری طرز اختیار کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں تشدد کے بجائے فکری، تبلیغی اور شوروی راستہ اختیار کرنا چاہیے اور فوجی انقلاب کا راستہ روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے[12]۔

یہ کتاب ۳۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اس میں اسلام کے حکمرانی کی عملی تاریخ بیان کی گئی ہے اور نظام حکومت وسیاست کے عملی نقشوں کو پیش کیا گیا ہے یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے اس کے پہلے باب میں خلافت کا ابتداء سے لیکر عثمانیوں کے زمانے تک کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں سیاسی نظام کے عروج اور زوال پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے دوسرے باب میں نظام حکومت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں نظم نسق، دفاتر، فوج، بحری نظام، ڈاک کا نظام اور پولیس کا نظام وغیرہ کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں عہد رسالت، خلافت راشدہ، بنی امیہ اور بنی عباس سب پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرے باب میں مالیات کے نظام پر بحث کی گئی ہے اور نہایت وضاحت کے ساتھ زرائع آمدنی اور مصارف پر روشنی ڈالی گئی ہے چوتھے باب میں عدلیہ کے نظام پر تبصرہ کیا گیا ہے اور دور جاہلیت، عہد رسالت، خلافت راشدہ، عہد بنی امیہ اور بنی عباسیہ کے کے دور کے عروج وزوال کے عدالتی نظام پر تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے ۔پانچویں باب میں غلامی پر ایک جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ عربوں کے نظام غلامی کا اجماعی خاکہ پیش کرنے کے علاوہ ،اسلام میں غلامی کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں اس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے جو عہد نبویؐ، عہد خلافت، عہد بنی امیہ اور بنی عباسیہ میں غلاموں کے ساتھ کیا گیا اس کتاب کے مطالعے سے عہد نبوی سے لیکر خلافت عثمانیہ کے زوال ۱۹۲۴ء تک اسلام کی پوری سیاسی تاریخ سے پوری طرح واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے[13]۔

زیر نظر کتاب بنیادی طور پر ڈاکٹر نثار احمد کا ایک مقالہ ہے جسے "عہد نبویؐ میں ریاست کا نشو ارتقاء" کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اسلام کیابتدائی تاریخ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اسلامی ریاست کی تاسیس اور نشو نما کے بارے میں یہ کتاب تاریخی انفرادیت کا حامل ہے۔ پانچ مستقل ابواب پر مشتمل یہ کتاب بہت علمی خصائص کا حامل ہے اس میں بعثت نبوی کے وقت دنیا کے مختلف ممالک میں مروّج اور موجودہ نظام ہائے سیاسی پر بڑی بھرپور اور مفید گفتگو کی گئی ہے۔ ایسے تمام سیاسی نظاموں کو متعارف کراتے ہوئے جزیرہ نمائے عرب کے سیاسی ماحول، روایات، اور نظام پر خصوصیت سے سر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے

اسلامی ریاست کی ادارتی ہیئت سے پہلے تشکیل معاشرہ اور تنظیم معاشرہ کے اولین مرحلوں کا جائزہ بھی لیا ہے۔ مصنف نے مدنی زندگی کے دس سالوں میں ریاست کی تنظیم و تشکیل کے مختلف مراحل کا جائزہ پیش کرنے کے علاوہ انتظام ریاست، مقتدر اعلیٰ، رئیس مملکت، احتساب امور داخلی اور خارجی امور، نظام مالیات سے متعلق جملہ امور اور عسکریات پر محققانہ معلومات فراہم کی ہیں۔ مصنف نے اس کی پیش کش میں نہایت سادہ مگر دلنشین اسلوب اختیار کیا ہے۔ دور حاضر میں اقامت دین کا موضوع نہایت اہم اور زیر بحث موضوع ہے امت مسلمہ میں ایک ماڈل اسلامی ریاست کے لئے جدوجہد جاری ہے اور یہ کتاب اس آرزو کی تکمیل کے لئے یقیناً ایک معتبر اور مستند ماخذ کا کام دے گا۔ اس کتاب کے ہر باب کے آخر میں جو ہمہ گیر اور معیاری مصادر و معارج سے کام لیا گیا ہے وہ قابل تحسین اور قابل ستائش ہے[14]۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں سیاست کی تعریف اور اس کے اقسام پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ سیاست کی تعریف میں ائمہ سیاست اور ائمہ فقہ کی نقطہ نظر کو بھی بیان کر دیا گیا ہے دور جدید کے ماہرین کی نظر میں سیاست کی جو تعریف ہے وہ بھی پیش کر دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سیاست کے اقسام پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے سیاست عقلیہ اور سیاست شرعیہ کی وضاحت کے ساتھ سیاست شرعیہ کے اقسام کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے باب دوم میں غیر اسلامی سیاسی نظریات پر بحث کی گئی ہے خاص کر ملوکیت، چنگیزیت، پاپائیت یعنی تھیا کریسی، اشتراکیت یعنی سوشلزم، اشتمالیت یعنی کمیوزم اور سیکولر جمہوریت یعنی ڈیمو کریسی پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد ان کے نتائج کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور اسے ثمرات خبیثہ قرار دیا ہے۔ باب سوم جو کہ اس کتاب کا اصل موضوع ہے خلافت اسلامیہ کے اصول و قوعد کی تفصیلات پر مشتمل ہے اس میں قرآن و سنت کی روشنی میں خلافت کی تعریف اور مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بطور مثال انبیاء و صالحین کی حکومتیں پیش کر دی گئی ہیں اسلامی نظام حکومت کے بنیادی اصول جن میں حاکمیت الہیہ، الشوریٰ، خلیفہ کے صفات و شرائط، بیعت کے اصول، وزارت کے اصول اور نظام عدل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ایک بات جو کہ نہایت اہم ہے جس کا ذکر مصنف نے خود دیباچہ دوم میں کیا ہے کہ کتاب کے ابواب و فصول میں اس کا اپنا ذاتی اجتہاد شامل نہیں ہے۔ بلکہ سلف صالحین، محدثین، مفسرین، فقہائے مجتہدین، اور اسلامی سیاست کے ماہرین کی تحقیقات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے لیکن بہر حال جو بھی ہے جیسا بھی ہے کتاب اسلامی سیاست کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے اور یہ کتاب یقیناً احیائے اسلام کے لئے کام کرنے والی تحریکوں کے لئے نہایت مفید کتاب ہے[15]۔

اسلامی ریاست کی تشکیل جدید بنیادی طور پر محمد ارشد صاحب کا تحقیقی مقالہ ہے جو کہ ڈاکٹر شبیر احمد منصوری صاحب ڈائریکٹر اصلاحی انٹرنیشنل لاہور کینگرانی میں مکمل ہو کر ایک کتابی صورت میں مرتب کی گئی ہے۔ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے باب اول میں کتاب کا مقدمہ لکھا گیا ہے۔ جس میں اسلامی ریاست کا ایک تاریخی جائزہ پیش کرکے عہد نبوی میں اسلامی ریاست کی تاسیس، نبوی ریاست کے اصول ومبادی اور خلافت راشدہ کے اصول حکمرانی نیز اس کی امتیازی خصوصیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے نیز بعد کے ادوار میں اسلامی ریاست کی نوعیت و ماہیت میں رونما ہونے والے تغیرات اور خاص کر مغرب زدہ مسلم ممالک میں سیکولر قومی ریاستوں کے ظہور اور ان ممالک میں مغربی اقدار و معیارات کے مطابق معاشرہ و ریاست کی تشکیل نو کے بارے میں محمد اسد کے پیش رو اور ہم عصر مسلم مصلحین و مفکرین کے خیالات و آراء کا بھی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب دوم محمد اسد کے سوانح حیات پر مشتمل ہے اس میں تاریخ پیدائش سے لیکر قبول اسلام تک پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے پھر مسلم ممالک میں قیام کے دوراں حیائے اسلام کے لئے اس کی علمی، فکری اور عمل جدوجہد وغیرہ تمام پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے نیز اس باب میں محمد اسد کے احباب سے ہونے والی خط و کتابت اور ان سے ملاقات کرنے والے حضرات کے انٹرویوز کی مدد سے محمد اسد کے سوانح کا ایک مربوط اور جامع خاکہ ترتیب دیا گیا ہے۔ باب سوم میں محمد اسد کی جملہ تصانیف جن میں کتابوں کے علاوہ ان کے مقالات کا ذخیرہ بھی موجود سے تبصرہ کیا گیا ہے خاص کر ان کے ترجمہ و تفسیر قرآن پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب چہارم میں محمد اسد کے تحریک پاکستان میں دی جانے والی کردار پر تبصرہ کیا گیا ہے اس ضمن میں ان کے تصور پاکستان پر بھی بحث کی گئی ہے نیز قیام پاکستان کے موقع پر دستور سازی کے مراحل میں محمد اسد کے کردار کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب پنجم میں اسلامی ریاست، مقصد وجود، نوعیت و ماہیت اور ادارتی تشکیلات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے باب ہشتم میں اسلامی ریاست کے اندر شہریوں کے حقوق و فرائض پر توشنی ڈالی گئی ہے۔ باب ہفتم میں اسلامی ریاست میں قانون سازی اور اجتہاد پر بحث کی گئی ہے۔ اور باب ہشتم میں اسلام اور مغرب کے درمیان باہمی منافرت اور کشمکش کے اسباب و محرکات پر بحث کی گئی ہے اس کے مغرب میں دعوت اسلامی کی ضرورت واہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں محمد اسد کی علمی، فکری اور دعوتی کاوشوں کے اثرات و نتائج بھی بیان کئے گئے ہیں نیز علم حدیث کے حوالے سے محمد اسد کی خدمات خصوصاً دفاع سنت اور ترجمہ تشریح بخاری کے حوالے سے مختلف مفکرین کے آراء بیان کئے گئے ہیں[16]۔

اس کتاب میں محمد اسد صاحب نے اسلامی ریاست کے خدوخال کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے مسلمانوں کے انداز حکمرانی کے سنہری اصولوں کو بڑے دل نشین انداز میں پیش کیا ہے

انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام کے لازوال اصولوں کو عملی جامہ پہنانا ایک عملی کاوش کا نتیجہ ہو سکتا ہے یہ کام خالی خولی نعروں سے انجام نہیں پا سکتا۔ پختہ عزم، دیانت و فکر اور اللہ کے حضور جواب دہی کے کامل یقین کے بغیر "احیائے ملت اسلامیہ" کے نام سے ریاست تشکیل دینا اپنے آپ کو فریب نفس میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اگر قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں اسلامی دستور حیات کو عملاً برپا کرنے کے لئے مخلص قیادت میسر اسکتی تو یہ خواب تعبیر کے منازل سے ہمکنار ہو سکتا تھا۔ چونکہ مصنف خلافت راشدہ کے دور زرین کے بعد پاکستانکو اسلام کی ایک مثالی ریاست کی صورت میں دیکھنے کے متمنی تھے اس لئے انہوں نے اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت کے نام سے کتاب تصنیف کر کے اہل وطن کو اسلام کے فروغ، اس کی فتح یابی اور اس کے تسلط و غلبے کا حقیقی جزبہ موجزن کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے کتاب کے آخر میں "احیائے ملت اسلامیہ" کے عنوان سے ضمیمہ نمبر ا کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مصنف نے ایک اسلامی ریاست کی تشکیل کے لئے بنیادی اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کے ہوتے ہوئے اسلامی ریاست کا قیام ممکن بن سکتا ہے[17]۔

اس کتاب میں اسلامی ریاست کے عہد زرین کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں اسلامی ریاست و خلافت کا مطالعہ قرآن و سنت کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے اسکے بعد دوسرے باب میں عہد نبویؐ میں اہم ریاستوں کے سیاسی خدوخال کا بھی مختصر جائزہ لیا گیا ہے تاکہ وہ منظر نامہ لوگوں کے سامنے آسکے جس کے بنیاد حضورؐ نے اسلامی ریاست کے قیام کی صورت میں بہت کم عرصہ میں تخلیق کر کے دکھا دیا تھا تیسرے باب میں انتظام ریاست کا نبوی طریقہ کار تاریخی حقائق کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاستوں کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جس میں آغاز و ارتقاء کے تمام مراحل کے علاوہ خلفائے راشدین کے کارناموں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں مسلم مفکرین کے افکار کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جنہوں نے اسلامی اصول ریاست کی روشنی میں ریاست کے فلاحی نظام کا ایک خاکہ پیش کیا تھا۔ جن مسلم مفکرین کے افکار کا ذکر کیا گیا تھا ان میں ابو نصر فارابی ۸۷۰۔۔۔۹۵۰) (الماوردی ۹۷۴۔۔۔۱۰۸۵ء)نظام الملک نوسی (۱۰۱۷۔۔ ۱۰۹۱ء) امام غزالی (۱۰۵۸۔۔۱۱۱۱ء) ابن تیمیہ (۱۲۲۳۔۔۔۱۳۲۸ء) اور ابن خلدون (۱۳۳۲۔۔۱۴۰۶ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع پیش کیا گیا جس میں لغات، تفاسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ وسیاسیات کی الگ الگ فہرستیں بنائی گئی ہیں[18]۔

عصر حاضر اور شریعت اسلامی ڈاکٹر محمود احمد غازی کے آٹھ لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ جسے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ اگرچہ شریعت اسلامی کا موضوع نہایت وسیع مفہوم کا

حامل ہے اور چند خطبات کے اندر اس موضوع کا حق ادا کرنا مشکل ہے لیکن ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے وسیع علمی پھیلاؤ کو نہ صرف اس کتاب کے اندر سمیٹنے کی کوشش کی ہے بلکہ قارئیں کے لئے قابل فہم بنا کر آسان زبان میں پیش کر دیا ہے۔ اسلامی شریعت کے بہت سارے اہم پہلوؤں خصوصاً عقیدہ، عمل اور معاملات کے دائروں میں شریعت کا منفرد حیثیت بہت خوبی سے نبھایا گیا ہے۔ فرد اور معاشرہ کا رشتہ علم عدل اور توازن جو شریعت اور تہذیب کا طرہ امتیاز ہے اس کتاب میں ابھر کر سامنے آیا ہے اگرچہ موضوع اپنی وسعت تنوع اور ہمہ گیریت کے اعتبار سے بہت وسیع ہے لیکن یہ کتاب ہر حوالے سے ایک جامع کتاب ہے اس کتاب کی بہت بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اسلامی شریعت سے متعلق بہت سارے مسائیل کو سوالات و جوابات کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کتاب کے آخر میں حوالہ جات کی جو فہرست دی گئی ہے وہ یقیناً اپنی مثال آپ ہے الغرض یہ کتاب اسلامی شریعت کے حوالے سے علم اور معلومات سے بھرپور ہونے کے علاوہ دعوت فکر عمل کا آئینہ دار بھی ہے نفاذ شریعت کے سلسلے میں اس کتاب سے بہت مفید رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے[19]۔

زیر نظر کتاب میں ان تمام غلط فہموں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے جو موودہ دور میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس کتاب میں پوری تفصیل کے ساتھ یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی صورت میں سیاست و حکومت معیشت، معاشرت اور تعلیم وغیرہ شعبوں میں کیا تبدیلیاں ناگزیر ہوں گی اور انہیں روبہ عمل ہونے کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھانے کی ضرورت پڑے گی نیز اس کتاب میں عہد حاضر کی متجددین کے ان سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا گیا جو زمانے کے لحاظ سے اسلام میں ترمیم کرنے کے مشورے پیش کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ان سوالوں میں کیا بنیادی غلطی ہے اور وہ شرعی اور عقلی اعتبار سے کیوں ناقابل قبول ہیں۔ یہ کتاب حقیقتاً کوئی مسلسل تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں نظر ثانی کے بعد باقاعدہ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے ۔پہلے باب میں جن موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے ان میں اسلامی دستور کا مفہوم، دفعات، بنیادی اصول ۱۹۷۳ء کا دستوری معاہدہ اسلامی حکومت کا طریقہ کار، پاکستان میں دینی اصلاحات اسلامی قانوں اور مسلمان فرقے ،وطن کی محبت اور عصبیت عصبیت کے اسباب اور علاج کے علاوہ ووٹ کی شرعی حیثیت وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے باب میں معیشت کی تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاص کر علماء کی طرف سے متفقہ معاشی خاکہ، معاشی مسائیل اور ان کے حل کے سلسلے میں تجاویز بہت ہی اہم ہیں اس کے علاوہ اس باب میں اسلامی معیشت اور اشتراکی معیشت کا موازنہ کر کے سوشلزم یعنی اشتراکی معیشت کے نقصانات اور تباہی کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ باب سوم تعلیمی

پالیسی سے متعلق ہے جس میں مولانا صاحب نے اسلامی نظام تعلیم اور مغربی نظام تعلیم کا جائزہ پیش کیا ہے مغربی نظام تعلیم جسے لارڈ میکالے نے پیش کیا تھا محض حصول معاش تک محدود ہے اس میں بنیادی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے ایک ایسی تبدیلی جو مکمل اسلامی ہو جس سے ذات کی تکمیل، اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول اور پوشیدہ، صلاحیتوں کا نکھار نیز ملک وملت اور پوری انسانیت کی حقیقی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ باب چہارم مین معاشرت پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے جس میں عہد نبویؐ کے حوالوں سے جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور جشن عید میلاد النبی کے نام پر پوری مسلمان قوم کو جس تباہی کے گھڑے کی طرف لے جائی جارہی ہے اس پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ پانچویں باب میں اسلام اور جدت پسندی پر سیرت طیبہ کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔باب ششم میں سائینسی اور اسلام پر بحث کی گئی ہے سب سے پہلے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سائیس کا بنیادی مقصد قوتوں کا دریافت کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ودیعت فرمائی ہے اگر ان قوتوں کو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے خرچ کیا جائے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے اسلام اس راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے کے بجائے ان کی ہمت افزائی کرتا ہے۔باب ہفتم عالم اسلام سے متعلق ہے اس میں ترکی پر خصوصی تبصرہ کیا گیا ہے اور کمال اتاترک کے بعد ترکی میں احیاء اسلام کی طرف لوگوں کا جورجحاں ہے اس حوالے سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگرچہ اتاترک کے دور میں ترکوں کے رگوں میں خون حیات کچھ عرصے کے لئے دب گیا تھا لیکن مستقل طور پر مٹ نہیں سکا تھا موقع ملتے ہی یہ اندر اندر بہتا ہوادریا رفتہ رفتہ پھر سطح پر آنے لگا ہے۔اسی باب میں سقوط بیت المقدس کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے مسلمانوں کے عروج کے لئے دو شرتوں پر عمل پیرا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے یعنی صحیح معنی میں مسلمان بن کر اپنی زندگی کو زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کے تابع بنانا اور ترقی کی ظاہری اسباب ووسائیل جمع کرنے کی کوشش کرنا یہی دو صورتیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے مسلمان قوم ترقی کی منزلوں کو چھو سکتی ہے بصورت دیگر تنزل ان کا مقدر بن جاتا ہے۔باب ہشتم میں قادیانیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور قادیانیوں کی جانب سے اسلام کو درپیش جو خطرات ہیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔باب نہم متفرقات پر مشتمل ہے اس باب میں فروعی اختلافات میں صحیح راہ عمل بتایا گیا ہے اور چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں کا مصداق امت مسلمہ کو اتحاد واتفاق کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ساری امت متحد اور منظم ہو کر ان فتنوں کا مقابلہ کریں جو براہ راست دین کے اصولوں پر حملہ آور ہیں جہاں تک فروعی اختلافات کا تعلق ہے تو اس حولے سے ہمیں وسعت نظری کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے فروعی مسائیل میں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھاڑنے کے بجائے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی

صلاحیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہی صحیح راہ عمل ہے۔ آخر میں رمضان المبارک کے صحیح استعمال کے حوالے سے چند اہم تجاویز بھی دئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر رحمت خداوندی سے استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے[20]۔

زیر نظر کتاب "خلافت وملوکیت" مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی یادگار تصنیف ہے یہ کتاب نو ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کا اصل موضوع اسلام میں خلافت کا حقیقی تصور واضح کرنا ہے کہ وہ کن اصولوں کی بنیاد پر دنیا میں قائم ہوئی تھی اور وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنیاد پر پھر وہ ملوکیت میں تبدیل ہوئی پہلے باب میں قرآن مجید کی ان تمام آیات کو جن سے سیاست کے بنیادی مسائیل پر روشنی پڑتی ہے ایک خاص ترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے تا کہ ایک حقیقی اسلامی حکومت کا نقشہ واضح ہو جائے جو کتاب الہیٰ قائم کرنا چاہتی ہے دوسرے باب میں قرآن وسنت اور اقوال صحابہ کی روشنی میں حکمرانی کے نہ صرف اصول بیان کئے گئے ہیں بلکہ اسلامی نظام حکومت کی امتیازی خصوصیات پر جو اسے دنیا کے دوسرے نظاموں سے ممتاز کر دیتی ہے بالترتیب اور وضاحت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں عہد خلافت راشدہ اور اس کی خصوصیات پر تفصیلی تبصرہ کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں ان اسباب پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے جو خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہونے کے موجب بنے۔ پانچویں باب میں خلافت اور ملوکیت کے فرق کو بیان کیا گیا ہے اور ان تمام باتوں کی بالترتیب نشاندہی کی گئی ہے جو خلافت سے ملوکیت میں تبدیلی کے باعث بنے نیز اس باب میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد سے لیکر عہد بنی عباس کے آخری زوال تک کی پوری تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ باب ششم میں ان تمام مباحث پر گفتگو کی گئی ہے جو مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنے کے سبب بنے اور مختلف فرقے وجود میں آئے باب ہفتم میں امام ابو حنیفہ کے کارناموں پر مشتمل ہے جبکہ باب ہشتم میں خلافت اور اس کے متعلقہ مسائیل کے حوالے سے امام ابو حنیفہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نظام ریاست کی تبدیلی سے مسلمانوں کی زندگی میں جو رخنے ڈال دئے گئے تھے انہیں بھرنے کے لئے علمائے امت نے کیا کارنامے انجام دئے ہیں خاص کر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کی خدمات کا خصوصی جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری ضمیمہ میں مختلف حلقوں کی طرف سے اٹھائے جانے والے سوالوں کا مفصل جواب دیا گیا ہے[21]۔

پیش نظر کتاب خلافت وجمہوریت مقدمہ کے بعد تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں خلفائے راشدین کا انتخاب اور اس کے ضمنی مباحث درج ہیں۔ دوسرے حصے میں عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں مشہور مجالس مشاورت کا تذکرہ ہے ان مباحثوں میں ان تمام اعتراضات اور شکایات کا مستقل حل پیش کیا گیا ہے جو جمہوریت نوازوں کی طرف سے آج تک کئے گئے ہیں۔ تیسرے حصے میں خلافت وجمہوریت کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، مغربی

جمہوریت کے مفاسد اور خلافت راشدہ کے امتیازی خصوصیات کا احاطہ کیا گیا ہے آخر میں ربط وملت کے تقاضے اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت میں ایک مجمل خاکہ پیش کیا گیاہے کہ دور حاضر میں اسلامی نظام حیات کی طرف کیسے پیش رفت کی جاسکتی ہے۔ کتاب کے آخر میں حوالہ جات کی فہرست باقاعدہ موجود ہے[22]۔

پیش نظر کتاب "فلسفۃ التشریع فی الاسلام" کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر صبحی محمصانی نے یکم نومبر ۱۹۴۶ میں پہلی دفعہ بے رود سے شائع کی تھی۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں اسلامی فقہ کے ارتقاء پر نہ صرف تاریخی لحاظ سے نگاہ ڈالی ہے بلکہ اکثر امور کے اسباب و علل کی تلاش کی ہے اور ان پر فلسفیانہ انداز میں بحث کی ہے یہ کتاب پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیاہے جس کے ہر باب میں متعدد فصول ہیں باب اول میں قانون کی تعریف اور اس کے اصولوں کا بیان ہے پھر اسلامی فقہ اور اس کے مختلف مسائیل اور مباحث کا تفصیلی ذکر کیا گیاہے۔ باب دوم میں قانون سازی کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے اس ضمن میں مختلف ادوار کا ذکر کیا گیاہے۔ دور جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے کے لوگوں کی زندگیوں اور ان کے رسوم ورواج پر بحث کی گئی ہے دور نبویؐ، دور خلافت راشدہ، عہد بنی امیہ، عہد بنی عباس اور اور بیداری کے موجودہ دور کا عہد بہ عہد تذکرہ کیا گیاہے اور آخر میں مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی ،اہل سنت کے متروک مذاہب اور مذہب شیعہ اور ان کی مختلف اقسام پر بحث کی گئی ہے۔ باب سوم میں اسلامی شریعت کے ماخذ ومصدر یعنی کتاب، سنت، اجماع، قیاس اور دیگر ادلٔہ شرعیہ یعنی استحسان، اجتہاد اور تقلید پر بحث ہے باب چہارم میں ان احکام کی تبدیلیوں کا بیاں ہے جو زمانے کے اقتضا سے پیدا ہوئے ہیں یار سمورواج کے اثر سے معرض وجود میں آئے ہیں نیز اس بات کی تحقیق کی گئی ہے کہ آیا اسلامی فقہ کا بیان پر رومی قوانین اثر انداز ہوئے ہے یانہیں۔ باب پنجم میں قواعد کلیہ کا بیان ہے جس میں قصد وارادہ، اثبات، اقرار، شہادت وغیرہ شامل ہیں کتاب کا عربی سے اردو ترجمہ جناب مولوی محمد احمد صاحب رضوی نے انجام دیا جبکہ نظر ثانی کے فرائض عنایت اللہ صاحب نے انجام دی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ یہ کتاب موجودہ زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اسلامی فقہ کی بہترین تصنیف ہے جو اسلامی نظام حکومت حکومت کے اجراء میں بہت مدد گار ثابت ہو سکتاہے کتاب کے آخر میں حوالے کے طور پر عربی اور غیر عربی ماخذ دئے گئے ہیں[23]۔

پیش نظر کتاب "محاضرات شریعت" ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بارہ خطبات کا مجموعہ ہے جسے یکجا کر کے ایک کتابی صورت میں پیش کیا گیاہے اس کتاب کی کوئی باقاعدہ ابواب بندی بھی نہیں کی گئی ہے بلکہ یکے بعد دیگرے بارہ خطبات کو مختلف عنوانات کے تحت فہرست مضامین سمو دیا گیاہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ اس کتاب میں شریعت اسلامیہ کا ایک جامع اور بھرپور تعارف پیش کیا گیاہے گویا کتاب کو اس نہج پر مرتب کیا گیاہے جو

دور حاضر میں شریعت اسلامی کا متقاضی ہے۔اس کتاب میں شریعت اسلامی سے متعلق ان تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی طرف سے اٹھائے گئے ہیں نیز اس کتاب میں نہ صرف شریعت اسلامی کے عمومی اور جامع تعارف پیش کی گئ ہے بلکہ شریعت کی عملی نفاذ کے سلسلے میں اس امت مسلمہ کا عالمگیر اور بینالاقوامی کردار کے پس منظر میں سب سے موئثر اور جامع قوت محرکہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔اس کتاب میں ایسا علم کلام مرتب کرنے پر زور دیا گیا ہے جو مغربی فکر کے تنقیدی مطالعے پر مبنی ہو جو اسلامی عقائید کو یونانی الائشوں اور ہندوستانی امیزشوں سے الگ کر کے خالص کتاب و سنت کی بنیاد پر متقدمین اور سلف کی تحریروں کی روشنی میں سمجھایا گیا ہو۔نیز دور جدید میں افراد کار کی دستیابی کے لئے مزکورہ صفحات کے حامل فکری قیادت پر مجتمع ہونے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جو ان تمام تقاضوں کا ادراک بھی رکھتی ہو،اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات کا گہرا شعور بھی رکھتی ہو تاکہ مغرب کے ساتھ مکالمہ اور باعزت سطح پر گفت وشنید کا عمل بھی انجام پاسکے نفاذ اسلام کی راہ بھی فراہم ہوسکے۔کتاب کے اختتام پر اسلامی شریعت کی جامعیت،ہمہ گیریت اور عالمگیریت پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور یہ بتانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی شریعت صرف چند قوانین نکاح وطلاق کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے اس کے دائرے میں انسانی زندگی کے وہ سارے قوانین آجاتے ہیں جو انفرادی سطح سے لیکر بین الاقوامی امور سب پر مشتمل ہیں گویا شریعت ایک گلستان ہے نہ کہ گلستان میں موجود کوئی ایک پھول[24]۔

پیش نظر کتاب بنیادی طور پر بنگال کی صوبائی خلافت کانفرنس کا خطبہ صدارت ہے جسے کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے کتاب کی مطالعہ سے معلوم ہو تا کہ یہ اپنے موضوع پر ایک جامع الاطراف علمی،تحقیقی اور نہایت فکر انگیز تصنیف ہے اس کتاب میں مولانا ابولکلام آزاد نے انتہائی وضاحت کے ساتھ خلافت کے معنی اس کی تاریخ قیام، اس کی اہمیت،جزیرۃ العرب کے حدود کا تعین اور غیر مسلم اثرات سے اسے پاک کرنے رکھنے کی حکمت،الائمۃ من القریش کی حقیقت،مسلمانوں اجتماع واتحاد میں ادارہ خلافت کی کار فرمائی،خلافت اور ترکی،تحریک خلافت کا پس منظر ،مسلمانوں کے فرائض دینی وملی اور ان کی بجاآوری کی اہمیت،ضرورت اور طریقہ عمل اور اس کے ساتھ بے شمار ذیلی وضمنی مباحث پر مشتمل نادر کتاب ہے۔مولانا غلام رسول مہر کے بقول اردو،عربی،فارسی،انگریزی کسی زباں میں اس کتاب کی کوئی مثال موجود نہیں۔تحریک خلافت کے دوراں تمام افکار کا سرچشمہ یہی تصنیف تھی۔اس کتاب کے مطالعے سے قرآن،حدیث فقہ اور تاریخ اسلام میں مولانا کے علم ونظر کی گہرائی اور گہرائی کانقش دل پر سبت ہو جاتا ہے[25]۔مولانا موصوف نے اس کتاب میں خلافت کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ خلافت زمین کی

حکومت و تسلط کا نام ہے جب تک زمین پر کامل حکومت اختیار حاصل نہ ہو کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ اسلام مسیحیت کی پوپ کی طرح محض ایک آسمانی اور دینی اقتدار نہیں ہے[26]۔

پیش نظر کتاب "منہاج انقلاب نبوی ﷺ" کوئی باضابطہ تصنیف تالیف نہیں ہے یہ اصلاً ڈاکٹر اسرار احمد کے دس خطبات کا مجموعہ ہے جسے کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے کتاب کا مرکزی مضمون "اسلامی انقلاب کا نبوی طریقہ کار" ہے اس وقت پوری دنیا میں عموماً اور برصغیر میں خصوصاً اقامت دین کی تحریکیں کام میں مصروف ہیں اور وہ اسلامی انقلاب کی پیش قدمی کر رہے ہیں اس کتاب میں تمام اسلامی تحریکوں کے لئے انقلاب کا ایک صحیح اور اصولی طریقہ کا عہد نبویؐ کو پیش نظر رکھ کر تفصیل سے بیان کی گئی ہے پہلے باب میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ نبوی انقلاب کے نظریات انسانی ذہن کے اختراع ہیں جبکہ اسلامی انقلاب کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ ہے، جو وحی کے ذریعے حضورؐ کو عطا ہوا۔ اسی باب میں پاکستان میں اسلامی انقلاب کی ضرورت و اہمیت اور طریقہ کار پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور انتخابی طریقے سے اسلامی انقلاب کی کاوشوں کو مسترد کیا گیا ہے، البتہ منہج نبوی کے مطابق اسلامی انقلاب کی طرف بڑھنے کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ دوسرے خطبے میں انقلابی جماعت کے کارکنوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرے خطبے میں تصادم کے مرحلہ اول کا تذکرہ ہے جس میں صبر محض اور عدم تشدد کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ کہ اپنی منزل تک رسائی کے لئے نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظالم اور جابر برسر اقتدار طبقے کے خلاف متشددانہ رویہ اپنانے کے بجائے پر امن راستہ اختیار کیا جائے۔ چوتھے خطبے میں اسلامی انقلاب کے لئے کارکنوں کی تربیت کے علاوہ راست اقدام کے مرحلے کے لئے صحیح وقت کے تعین کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس حوالے سے تحریک شہیدینؒ کی مثال پیش کی گئی ہے کہ اجتہادی غلطی اور قبل از وقت اقدام کے نتیجے میں تحریک شہیدینؒ بظاہر شکست سے دوچار ہو گئی۔ پانچویں خطبے میں غزوہ بدر کا پورا پس منظر اور غزوہ بدر کے اثرات کا ذکر ہے۔ چھٹا خطبہ غزوہ احد اور غزوہ احزاب کی تفصیلات پر مشتمل ہے ساتویں خطبے میں تکمیل انقلاب کی تمہید، فراست نبویؐ کا شاہکار اور "فتح مبین"، یعنی صلح حدیبیہ کے واقعات بیان ہوئے ہیں اٹھواں خطبی فتح خیبر اور فتح مکہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے نویں خطبے میں اندران عرب انقلاب کی تکمیلی مراحل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے جبکہ دسویں اور آخری خطبے میں بیرون عرب انقلاب نبویؐ کی توسیع، تصدیر پر روشنی ڈالی گئی ہے کتاب کے آخر میں انقلاب نبویؐ کے حلات حاضرہ پر انطباق کے ضمن میں اقدام اور مسلح تصادم کا متبادل قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ گویا کتاب کے مطالعے سے یہ بات کھلی سامنے آجاتی ہے کہ کوئی منظم انقلابی جماعت اسلامی انقلاب کے لئے صبر محض اور عدم تشدد کا راستہ اختیار کر کے اگے بڑھتی ہے تو اسے عوام کی اتنی اخلاقی اور عملی حمایت حاصل

ہو جاتی ہے کہ پھر اسے کچلنا اور ختم کر دینا آسان نہیں رہتا ایسی جماعت کو نہ بغاوت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہتھیار اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کوئی طاقت ایسے جانباوں اور سر فروشوں کا راستہ نہیں روک سکتی[27]۔

مصادر و مراجع

[1] ۔سید احمد عروج قادری، اقامت دین فرض ہے۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی نمبر2، 1970، ص7

[2] ۔مولانا شاہ اسماعیل شہید، منصب امامت، مترجم، حکیم محمد حسین علوی ناشر : آئینہ ادب انار کلی لاہور

[3] ۔سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، ناشر :اسلامک پبلی کیشنز لاہور اشاعت، 1967

[4] .رفیع الدین ہاشمی، ابو الاعلی مودودی، علمی و فکری مطالعہ، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، 2006س ن، ص 352۔

[6] ۔حکمت قرآن، شمارہ جنوری۔مارچ2012۔

[7] ۔مولانا ابو الکلام آذاد، اسلام اور جمہوریت، ناشر، طیب پبلشرز اردو بازار لاہور اشاعت، 9اکتوبر1994

[8] ۔خلیل احمد الحامدی، اسلامی نظام مشاہیر اسلام کی نظر میں، ناشر، المنار بک سنٹر منصورہ لاہور اشاعت 1963

[9] ۔ڈاکٹر حمید اللہ، اسلامی ریاست، مصنف، ناشر، طیب پبلشرز لاہور، س ن،

[10] ۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ناشر، اردو اکیڈمی سندھ کراچی اشاعت 1981

[11] ۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ مترجم، خالد پرویز، رسول اللہؐ کی حکمرانی و جانشینی، ناشر، بیکن بکس اردو بازار لاہور، اشاعت 2005۔

[12] ۔مولانا حامد الانصاری غازی، اسلام کا نظام حکومت، ناشر، ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی، اشاعت 1956۔

[13] ۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، مترجم، مولوی علیم اللہ صدیقی، مسلمانوں کا نظم مملکت، فاضل دیوبند ناشر، ندوۃ المصنفین دہلی ،اشاعت، 1958

[14] ۔ڈاکٹر نثار احمد، عہد نبویؐ میں ریاست کا نشو ارتقاء، ناشر نشریات لاہور، اشاعت 2008

[15] ۔مولانا گوہر رحمٰن، اسلامی سیاست، ناشر، :لاھور، ادارہ معارفِ اسلامی 2002

[16] ۔محمد ارشد، اسلامی ریاست کی تشکیل جدید (نامور نو مسلم سکالر محمد اسد کے افکار کا تنقیدی مطالعہ)، ناشر، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور، اشاعت، 2011

[17] ۔محمد اسد، مترجم محمد شبیر قمر، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، ناشر، بیت الحکمت لاہور اشاعت 2007،

[18] ۔ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، ریاست و حکومت کے اسلامی اصول، ناشر، پورب اکادمی اسلام آباد اشاعت 2010

[19] ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی، عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ناشر، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد، اشاعت جولائی 2009۔

[20] ۔ مولانا محمد تقی عثمانی، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو، ناشر، مکتبہ دار العلوم کراچی14، اشاعت 1397ھ

[21] ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت، ناشر اسلامک پبلیکشنز منصورہ لاہور، اشاعت اکتوبر1966

[22] ۔ مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، خلافت وجمہوریت، ناشر، مجلس التحقیق الاسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور، اشاعت 1981

[23] ۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی، مترجم مولوی محمد احمد رضوی، فلسفہ شریعت اسلام، ناشر مجلس ترقی ادب لاہور اشاعت نومبر 1999

[24] ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ناشر الفیصل ناشران اردو بازار لاہور، اشاعت مارچ1916

[25] ۔ سعید احمد اکبر آبادی، مولانا سید ابو لکلام آزاد، سیرت و شخصیت اور علمی اور عملی کارنامے، ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان کراچی، 1986، ص22

[26] ۔ سید ابو لکلام آزاد، مسئلہ خلافت، ناشر مکتبہ احباب لاہور، اشاعت نامعلوم،

[27] ۔ ڈاکٹر اسرار احمد، منہج انقلاب نبوی ﷺ، ناشر تنظیم اسلامی پاکستان، اے67، علامہ اقبال روڈ لاہور، اشاعت 2011ء۔